عقل و نقل کی روشنی میں

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

خادم التدریس مدرسہ خیر المدارس حیدر آباد

تفصیلات

نام کتاب: کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں
مرتب: مفتی احمداللہ نثار قاسمی صاحب(9966488861)
صفحات ۴۵
سن اشاعت ۲۰۱۷
کمپوزنگ مفتی سعید احمد تانڈوری (8106575687)

ملنے کے پتے
مکتبہ الحرمین دیوبند، مکتبۃ الدعوۃ والارشاد حیدرآباد

ناشر

مکتبۃ الحرمین دیوبند

فہرست مضامین

مقدمہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی عمت فیوضہم
خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم

اس وقت مسلمان جن کٹھن اور صبر آزما حالات سے گزر رہے ہیں وہ کسی حساس اور باشعور انسان پر مخفی نہیں ہیں، ایک طرف مغربی طاقتیں ہر طرح کے فکری اور مادی ہتھیار سے لیس ہو کر اسلامی تہذیب وثقافت پر شب خون مار رہی ہیں، تو دوسری طرف خود مسلمان بدعملی اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں، اور مغربی تہذیب وتمدن اپنانے کو روشن خیالی کا لازمہ تصور کررہے ہیں، آج نسل نو کے ظاہری حلیے اور ان کی وضع قطع کو دیکھ کر بلا مبالغہ ایک دیندار اور شریعت کا پابند انسان اس کے اسلام اور مسلمانوں سے وابستہ ہونے پر یقین نہیں کرسکتا ہے، آج اسلامی تہذیب وثقافت نسل نو کے لیے محض ایک نقطۂ سیاہ کی حیثیت رکھتی ہے، جو ان کو اپنے باپ دادا سے وراثت میں ملی ہے، ورنہ شعوری طور پر نہ انہیں اسلامی تہذیب سے وابستگی کی فکر ہے اور نہ اس سے محرومی پر کسی قسم کا رنج، یقیناً یہ صورتِ حال غم انگیز اور لمحۂ فکریہ ہے، اور ہر صاحب بصیرت انسان کی روح کو تڑپا دینے والی اور بے چین کردینے والی ہے۔

فرنگی تہذیب وتمدن کی لہر پورے عالم میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، اور ہر کوئی اسی تہذیبِ جدید کا دلدادہ اور قصیدہ خواں نظر آرہا ہے، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف ذرائع ابلاغ کے سرچشمہ پر مغرب کا قبضہ ہے، جہاں سے مغربی تہذیب وتمدن کا زہر ہلاہل خوش نما صراحیوں میں بھر کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، اور لوگ صراحی کی شوخ رنگینی کو دیکھ کر دیوانہ وار اس پر ٹوٹ رہے ہیں، تو دوسری طرف خود مغربی آقاؤں نے عالمی سطح پر مغربی تہذیب کی ترویج واشاعت کے لیے خاص تقاریب مثلاً ''کرسمس

ڈے‘‘،’’اپریل فول‘‘اور’’ویلنٹائن ڈے‘‘ کومقرر کیا ہے،یہ تقاریب کیا ہیں؟ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ بے حیائی اور اختلاطِ مرد وزن کا یک جلی عنوان ہے،نسل نو میں صنفی آوارگی اور جنسی بے راہ روی فروغ دینے کا وسیلہ، پورے عالم پر مغربی ثقافت کو مسلط کرنے کا ایک بہانہ،مشرقی اقدار اور روایات کے بیخ و بن کو جڑ سے اکھاڑنے کی ایک منظم سازش ہے،افسوس ہمارے مسلم نوجوانوں پر ہے جو مغربی تہذیب وتمدن کے سیل رواں میں خس وخاشاک کی بہتے چلے جارہے ہیں،اور مغربی تہذیب سے وابستگی کو اپنے لیے سرمایۂ عزت وافتخار خیال کررہے ہیں،چنانچہ بہت سے مسلم نوجوان اس طرح کی خالص غیر اسلامی تقاریب میں شرکت کرتے ہیں،اور اس کو روشن خیالی اور روشن ضمیری کی علامت قرار دیتے ہیں ،اور اللہ کے غضب وغصہ کو دعوت دیتے ہیں ،مغربی تہذیب کے اس سیل بلاخیز پر بند باندھنے کے لیے جہاں بہت سی سنجیدہ اور ہمہ جہتی کوششوں کی ضرورت ہے وہیں ذرائع ابلاغ کے سرچشمہ پر قبضہ کرنا بے حد ضروری ہے،اس سرچشمہ پر فرزندان توحید کا قبضہ ہوگا تو اس سے پھوٹنے والی ہر آبجو سے عدل وخیر کی خوشبو معطر ہوگی ،اور ہوائیں اس کے بخارات کو بادل بنا کر معاشرے پر برسائیں گی تو اسلامی تہذیب وثقافت کو نشو ونما ملے گی،اور اسلام کا ننھا سا پودا خطرات کی باد سموم سے محفوظ ہو جائے گا۔

ضرورت تھی کہ اس تعلق سے ایسی مختصر کتابیں ترتیب دی جائیں جن میں ان غیر شرعی اور خالص مغربی تقاریب کے مفاسد اور نقصانات کا بیان ہو،اور شرعی نقطۂ نظر سے ان میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہو،بڑی خوشی کی بات ہے کہ جواں سال عالم دین محبی فی اللہ جناب مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی ۔جو خیر المدارس کے مقبول اور ہر دلعزیز استاذ ہیں،ایک کامیاب اور باصلاحیت مدرس ہونے کے ساتھ انشاء پردازی ،مضمون نگاری اور تحقیقی کام کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ،اور چار مختصر مگر جامع کتابیں تالیف فرمائیں ،جن کے عنوانات یوں ہیں : (۱) نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر (۲) اپریل فول۔تاریخ وشریعت کے آئینہ میں (۳) کرسمس ڈے کی حقیقت۔عقل ونقل کی روشنی میں

(۴) ویلنٹائن ڈے۔تاریخ کے آئینہ۔ان کتابوں میں مولانا نے ان خالص مغربی تقاریب کے نقصانات اوران کے مفاسد کے حوالہ سے مختلف کتابوں سے خاصا مواد جمع کردیا ہے،اور مغرب کے پرفریب تمدن سے خوش نما اور رنگین نقاب کو ہٹا کرنسل نو کو مغرب کا اصلی اور گھناؤنا رخ دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے،کتاب کا اسلوب نہایت سادہ اور سلیس ہے،عوام وخواص ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے،امید ہے کہ یہ کتابیں ان شاءاللہ اسلامی لائبریری میں حسین اور خوش گوار اضافہ کا باعث ہوں گی،شوق کے ہاتھوں لی جائیں گی اور ذوق کی نگاہوں سے پڑھی جائیں گی ، برادرعزیز مفتی احمداللہ نثار قاسمی نے صلاحیت کے ساتھ صالحیت کا بھی وافر حصہ پایا ہے،درس وتدریس ،دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف تینوں میدانوں کے شہسوار ہیں،مزاج میں اعتدال اورفکر میں استقامت ہے ،زودنویس بھی ہیں اورخوب نویس بھی ،زودنویسی کے ساتھ خوب نویسی بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جوزودنویس ہوتا ہے وہ خوب نویس نہیں ہوتا ،مفتی احمد اللہ صاحب کو اللہ نے ان دونوں نعمتوں سے نوازا ہے،اکابر علماء کی کتابوں کی تحقیق وتخریج کے ساتھ اشاعت کا بڑا ستھرا ذوق رکھتے ہیں،اب تک کئی کتابوں پر انہوں نے تحقیق وتخریج کا کام کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ ان مفید کتابوں کو قبولیتِ عامہ نصیب فرمائے اور انھیں اسلامی اخلاق وتہذیب کے فروغ کا ذریعہ بنائے،اور مرتب کے قلم کو خلوص وتاثیر کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔

(حضرت مولانا) سیداحمد ومیض ندوی (نقشبندی دامت برکاتہم)

۱۹؍صفر؍ ۱۴۳۹ھ

۹؍۱۱؍ ۲۰۱۷ء ؍جمعرات

سخنہائے گفتنی

کسی بھی قوم کے لئے اپنے تشخص کو برقرار رکھنا صرف عقیدہ کے تحفظ سے ممکن نہیں ہے بلکہ تہذیب ومعاشرت کا تحفظ حفاظتِ تشخص کا جزولازم ہے، ہندوستان میں جو قومیں دوسری قوموں سے تہذیبی فاصلے قائم نہ کرسکیں وہ اپنی قومیت ہی کھو چکی ہیں، اور جو قوم اپنی سماجی انفرادیت سے محروم ہو جاتی ہے وہ دبے پاؤں دین ومذہب سے اپنا رشتہ منقطع کرلیتی ہے، مذہبی معاملات میں الحاد کی راہ اختیار نہ کرے لیکن غیر سنجیدہ رویہ ضرور اختیار کرلیتی ہے، مذہب سے ذہنی وفکری وابستگی کے بجائے مذہب کو ایک خاندانی روایت سمجھ کر بوجھ کی طرح برداشت کرتی ہے، مذہبی اقدار پر یقین کے بجائے تہواروں وتقریبات کو مذہب گردانتی ہے۔

اسلامی تہذیب سے بیزارگی ایک میٹھا زہر ہے کہ پلانے والا پینے والے سے دادتحسین حاصل کرتا ہے۔

مغربی صحافت، مغربی میڈیا، مغربی لٹریچر یہودی وعیسائی تنظیمیں انتہائی مخرب اخلاق بدتہذیبی کی مہم تہذیب کے نام پر جاری کررکھی ہیں، عیسائی مذہب کبھی زہد کو رہبانیت کی حد تک اور کبھی مذہب کو عبادت گاہوں تک محدود کرکے اخلاقی وروحانی قدروں کو یکسر فراموش کردیتا ہے، بلکہ اخلاقی قدروں کی ناقدری اور مادی خوش حالی کو نصب العین بنالیتا ہے۔عیسائی تہواروں میں ہونے والی بے حیائی سے کوئی دانشور لاعلم نہیں ہے، ۲۵/دسمبر کو عیسائی یومِ پیدائش عیسیٰ مناتے ہیں جسمیں دوستانہ طور پر بعض نادان مسلم نوجوان بھی شریک ہوکر عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی طرح مناتے ہیں زیرنظر رسالہ میں کرسمس کی تاریخی وشرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

ولادت عیسیٰ کی تفصیل امام غزالیؒ کی کتاب ''مسیح خدا نہیں ہے'' سے اور کرسمس کی حقیقت سے متعلق جناب عبدالوارث گل (سابقہ وارثِ مسیح) کی کتاب ''کرسمس کی حقیقت

تاریخ کے آئینے میں“ سے نقل کی گئی ہے ”صاحب البیت ادریٰ بما فیه“ کے مثل آپ نے بہت عمدہ طریقہ پر منظر کشی کی ہے، بندہ حضرت مولانا سید احمد ومیض صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کا بے انتہا شکر گذار اور ممنون ہے کہ آپ نے اپنی کئی مصروفیتوں کے باجود قیمتی اور موثر مقدمہ تحریر فرمایا، اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی تواضع کا وافر حصہ نصیب فرمائے، احقر علم وعمل، فہم وفراست ہر اعتبار سے نہایت کمزور ہے، اپنی کم عملی وبے بضاعتی کے بعد اس لائق نہیں کہ کچھ خامہ فرسائی کرسکے، اس لئے تمام قارئین سے دست بستہ عرض ہے کہ دوران مطالعہ کسی بھی طرح کی غلطی اور قابل اصلاح بات سامنے آئے تو اسے بندہ ہی کی خامی سمجھ کر مطلع فرما کر اپنا ممنون بنائیں۔

اللہ رب العزت بندہ کی اس حقیر سی ترتیب کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

احمد اللہ نثار قاسمی

بروز اتوار ۶/۱۱/۱۶ء

۵/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

خادم التدریس مدرسہ خیر المدارس حیدر آباد

حضرت عیسیٰ اور عیسائی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں وہاں عالم انسانیت کے سب سے بڑے محسن و معلم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشر ہیں، قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت رضی اللہ عنہا کا ذکر ان کی عظمت شان کے مطابق کیا ہے۔

لیکن قابل تعجب اور افسوسناک امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ہدایت ربانی کو اصل رنگ میں پورے نکھار کے ساتھ پہنچاتے رہے اور اللہ ربی و ربکم کی تلقین فرماتے رہے لیکن ان کے نام لیواؤں نے مختلف مصلحتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عقائد باطلہ کا ایک جال ان کی شخصیت کی گرد اس طرح بن دیا ہے کہ مسیحیت بے شمار گروہوں میں منقسم ہو کر رہ گئی۔

ان کا زمانہ اور ان کی صحیح تعلیمات کا تعین کیسے کیا جائے ایک مستشرق مسٹر E.R.PIKE نے بجا طور پر اس کیفیتِ بے یقینی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

"NO personality in hirtory has aroused such prolonged such vident such widespread controversy asjesus of nazareth"

عیسائیوں کے نزدیک سیدنا عیسی علیہ السلام کی سیرت کا قابل اعتماد ماخذ صرف بائبل مقدس ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے کئی پہلو بائبل مقدس میں مرقوم ہیں۔ لیکن یہ کہنا بہرحال درست نہیں کہ یہ واحد قابل اعتماد ماخذ ہے۔ قرآن کریم نے سیرت مسیح کے کئی پہلوؤں کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ ہم مسلمان اسے معتمد علیہ ماخذ یقین کرتے ہیں۔ اور یہ خوش عقیدگی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ بائبل کے مطالعہ سے جو شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں ان کا جواب صرف قرآن حکیم ہی دے سکتا ہے۔

سیرت مسیح کا ایک تیسرا قابل اعتماد ماخذ انجیل برنباس ہے اسے نظر انداز کرنا تعصب ہوگا۔ (مسیح خدا نہیں ص ۱۹)

ذیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور کرسمس کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس سے آپ علیہ السلام کی پیدائش کا ایک قدرتی معجزہ ہونا اور عیسائیوں کی مضحکہ خیز عید کرسمس کا اندازہ ہوجائے گا۔

اسم پاک

آپ علیہ السلام کا علم عیسیٰ ہے۔ یہ لفظ عبرانی زبان سے معروف ہے۔ عبرانی میں اس کا تلفظ یشوع یا یسوع ہے۔ یسوع کا معنی سردار اور سرخ وسپید چہرے والا کیا جاتا ہے۔ یہ نام کسی انسان کا تجویز کردہ نہیں بلکہ رب العالمین کا عطا کردہ ہے۔ جبریل امین نے حضرت مریم مقدسہ مطہرہ کو جب بچے کی پیدائش کی بشارت دی تو اللہ کا یہ حکم بھی پہنچادیا۔ اسمہ مسیح بن مریم ''اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا''۔ (آل عمران: ۴۵)

انجیل لوقا کا بھی بیان قرآن سے ملتا ہے۔ مقدس لوقا فرشتے کی بشارت میں یہ الفاظ بھی لکھتا ہے۔''اور دیکھ تو حاملہ ہوگئی ہے اور تیرے بیٹا ہوگا تو اس کا نام یسوع رکھے گی''۔

لقب

حضرت عیسی علیہ السلام کا لقب ''المسیح'' ہے۔ عبرانی اور عربی زبان کے کئی الفاظ کی بناوٹ ایک جیسی ہے۔ اور کافی حد تک گرامر بھی ملتے جلتے ہیں۔ المسیح مسح سے مشتق اسم صفت کا صیغہ ہے۔ عیسائی اسے اسم مفعول کے معنی میں لیتے ہیں۔ جبکہ مسلمان مفسرین میں سے اکثر نے اسے اسم فاعل کے معنی میں لیا ہے۔

اگر المسیح بمعنی الممسوح ہو تو بائبل کی رو سے اس کا معنی ایسا برگزیدہ شخص جیسے بلاوے کے لئے اللہ تعالی نے مقرر کیا تھا۔ اس لئے آپ کا مسیح لقب قرار پایا۔ لیکن لقب مسیح بائبل میں صرف عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں۔ پہلے انبیاء اور برگزیدوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے لیکن جب بھی لفظ مسیح اکیلا بولا جاتا ہے تو مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوتے ہیں۔ عبرانی میں المسیح کا تلفظ الماشیخ یا المشیخ ہے۔ اگر مسیح اسم فاعل کے معنی میں ہو تو

وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ آپ جس مریض پر ہاتھ پھیرتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتا۔ بعض تفاسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک ہی وقت میں بعض اوقات ساٹھ ساٹھ مریض پیش خدمت ہوتے اور آپ کے سر کے مسح کرنے سے تمام شفا حاصل کر لیتے۔ اسی وجہ سے آپ کا یہ وصف معروف ہوا کہ اس نے لقب کی صورت اختیار کر لی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے لقب مسیح کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۲۲۹) ایک ماخذ سیاحت بھی بیان کیا گیا ہے کیونکہ آپ تبلیغ حق کی خاطر ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اس لئے آپ کو مسیح کا لقب ملا۔

مسیح علیہ السلام کے نسب پر طعن

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مریم بنت عمران کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش معجزانہ ہے۔ حضرت مریم مقدسہ کنواری کے بطن مبارک سے قدرت خداوندی سے آپ بن باپ پیدا ہوئے۔

(الف) بدطینت یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کا انکار کیا اور حضرت مریم مقدسہ مطہرہ زکیہ کی عصمت مآب شخصیت پر الزام لگایا نعوذ باللہ من ذلک۔ عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کے قائل ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ کو نہایت ہی عزت و تکریم کی حامل شخصیت قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بھی ایک اعتبار سے آپ کے نسب میں طعن کرتے ہیں۔ متی اور لوقا کے بیان کردہ نسب ناموں میں بعض ایسے نام بھی آتے ہیں جن پر ولد الزنا ہونے کا صریح حکم بائبل میں موجود ہے۔

نسب نامہ میں نام فارص ہے۔ فارص کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ وہ ولد الزنا ہے۔ فارص کی ماں کا نام تامار ہے۔ تامار کا خاوند عیر جو یہودا کا پلوٹھا تھا فوت ہوگیا۔ تامار نے اولاد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ آخر اس نے یہ حربہ استعمال کیا کہ چپکے سے بیوگی کے کپڑے اتارے، اچھا لباس پہنا، برقعہ اوڑھا اور اس راہ پر جا بیٹھی جس راہ پر سے اس کے سسر یہودا کا گزر ہونا تھا۔ یہودہ نے اسے فاحشہ سمجھا اور اس سے زنا کرنے کا ارادہ کیا۔ عورت نے معاوضہ طلب کیا۔ یہودا کے پاس فوری طور پر معاوضہ نہیں تھا اس لئے

اس نے اپنی انگوٹھی اور عصا رہن رکھے اور زنا کیا۔یہوداکے جانے کے بعد تامار نے گھر کی راہ لی۔کپڑے اتارے اور بیوگی کالباس پہن لیا۔یہودا کا غلام رہن چھڑانے کے لئے اسے ڈھونڈتا رہالیکن مایوس ہو کر واپس آگیا۔تین ماہ بعد جب یہودا کو خبر ملی کہ تامار نے زنا کیا ہے اور وہ حمل سے ہے تو سسر نے بہو تامار کو جلانے کا حکم دیا لیکن عورت نے انگوٹھی اور عصاد دکھا کر سسر پر واضح کر دیا کہ یہ حمل اسی کا ہے۔یہودا نے اسے معاف کیا۔تامار کے بطن سے دو بچوں نے جنم لیا ایک کا نام فارص دوسرے کا نام زارح رکھا گیا۔(تکوین باب:۳۸ مکمل)

یہودا اور تامار کا یہ قصہ اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔تفصیل کے لئے بائبل کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اللہ کے نیک بندوں پر کیسے کیسے نازیباالزامات لگائے گئے ہیں۔

(ب) ناتاں کی والدہ کا نام بت سابع ہے۔سیموئیل ۱۱: ۳ کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے بت سابع کو نہاتے دیکھا۔اس کا خاوند حضرت داؤد کا وفادار جرنیل تھا۔نعوذ باللہ من ذلک۔حضرت داؤد نے بنت سابع سے زنا کیا۔آپ علیہ السلام نے اس عورت کے خاوند کو قتل کرادیا۔عورت نے بتایا کہ وہ داؤد علیہ السلام سے حاملہ ہے۔حضرت داؤد نے اسے اپنے حرم میں داخل کیا بچہ پیدا ہوا لیکن فوت ہوا۔ناتاں بت سابع کے بطن سے حضرت داؤد کا بیٹا ہے۔ یہ الزام نہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت طیبہ کو داغدار کرنے کی کوشش ہے بلکہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی ذات والا صفات کے نسب مبارک پر بھی طعن ہے۔حضرت مسیح علیہ السلام جیسے جلیل القدر رسول کی امہات میں بنت سابع جیسی فاحشہ عورتیں کیسے آسکتی ہیں۔ممکن ہے کہ بنت سابع عصمت مآب عورت ہو اور جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اور دوسرے برگزیدہ شخصوں پر الزام لگائے گئے ہیں اس پر بھی یہ محض الزام ہو۔کم از کم حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے تو یہ الزام ہے۔

(ج) اسی طرح (روت: ۳: ۱۰) کے مطابق عوبید کی ماں راعوت چاہتی تھی کہ بوعز سے ہم بستر ہو لیکن وہ نہ مانا اور نکاح کیا۔

اسلام کا یہ احسان عظیم ہے کہ اہل کتاب نے انبیاء پر جو الزامات عائد کئے ہیں ان کی قلعی کھولی اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی عصمت کو عیاں کیا۔

پیدائش قرآن اور انجیل کے حوالے سے

قرآن حکیم اور بائبل مقدس نے آپ کی پیدائش کو ایک عظیم معجزے کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ قرآن کریم حضرت حنہ والدہ مریم کی منت سے شروع کرتا ہے۔

تالمور میں والدہ مریم کا اسم گرامی حنہ مرقوم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ شریعت کے پابند نہایت ہی پاکباز اور للہیت کی حامل خاتون تھیں۔ حضرت حنہ نے جب حمل کی گرانی محسوس کی تو تشکر و امتنان کے جذبات امنڈ آئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی ''اے میرے پروردگار! میں نظر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے'' (سب کاموں سے) آزاد کر کے۔ (آل عمران: ۳۵)

حضرت حنہ کا خاوند عمران جو اپنی بلندی اخلاق اور حسن کردار کی وجہ سے بنی اسرائیل میں مشہور تھا بچے کی پیدائش سے قبل ہی راہی ملک بقا ہوا۔ حضرت حنا کے ہاں ایک بچی نے جنم لیا۔ بصد یاس وحسرت عرض کی ''اے رب میں تو جنم دیا ایک لڑکی کو'' اب ایک بچی تیرے گھر کی خدمت کیسے کرے گی۔ بارگاہ ایزدی سے فرماں ہوا ''اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں تھا لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے''۔

حضرت حنہ تسلی بخش جواب سن کر مطمئن ہوگئیں اور عرض کی ''میں نے نام رکھا اس کا نام مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے''۔ (آل عمران: ۳۶)

مریم کی کفالت

حضرت حنہ نے بچی کو اٹھایا اور اپنی منت پوری کرنے کی غرض سے ہیکل میں تشریف لے گئیں۔ ہیکل میں موجود عبادت گزاروں میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ عمران کی بچی کی

پرورش کی سعادت وہ حاصل کرے۔ آخر طے پایا کہ اس نزاع کا تصفیہ قرعہ اندازی سے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یہ واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم وحی کرتے ہیں ان کی آپ کی طرف اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب پھینک رہے تھے وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) کہ کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے"۔ (آل عمران: ۴۴)

قرعہ اندازی کی گئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا اور یہ ذمہ داری حضرت زکریا علیہ السلام کو مل گئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر مریم کی خالہ تھیں۔ جن کا نام الیشبع ہے۔ الیشبع حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ حضرت مریم اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد ہیں۔ اور الیشبع نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے بچی کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت مریم کی پرورش میں خصوصی قدرتِ الٰہی کارفرما تھی وہ عام بچوں کی طرح نہیں بڑھیں بلکہ چند ماہ میں جوانی کی عمر میں پہنچ گئیں۔ شاید اسی لئے قرآن نے کہا ہے : "اور پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا" (آل عمران: ۳۷)

حضرت مریم کی کرامت

حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کے لئے بیت المقدس میں ایک حجرہ مخصوص کر دیا جو مشرق کی جانب تھا مشرقی جانب کے حجرے عورتوں کے لئے مخصوص تھے حضرت مریم نے یکسوئی حاصل کرنے کے لئے پردہ لٹکا دیا جیسا کہ عام طور پر معتکفین کا طریقہ ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ "اور اے حبیب! بیان کیجئے کتاب میں مریم (کا حال) جب وہ الگ ہو گئیں اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا پس بنا لیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ" (مریم: ۱۶)

حضرت زکریا علیہ السلام جب باہر جاتے تو دروازہ بند کر دیتے اور جب واپس آ کر کھولتے تو حضرت مریم کے پاس بے موسم کے عمدہ پھل پاتے۔ سورہ آل عمران میں ہے۔

''جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (اس کی) عبادت گاہ میں تو موجود پاتے اس کے پاس کھانے کی چیزیں'' (آیت ۳۷)

حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک دن پوچھ لیا'' اے مریم کہاں سے تمہارے لئے پھل آتا ہے یہ (رزق)'' مریم نے جو جواب دیا وہ نبی کی تربیت یافتہ ہی دے سکتی ہے۔ نیز حضرت مریم کے الفاظ ان کی کرامت پر صریح دلالت کرتے ہیں۔'' عرض کی یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب''۔ (آل عمران: ۳۷)

بشارت مسیح

حضرت مریم پوری یکسوئی اور انہماک سے عبادت خداوندی میں مصروف تھیں۔ آپ کی کرامات زبان زد خاص و عام تھیں۔ تمام لوگ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت مریم کے حجرہ میں گاہ بگاہ زکریا علیہ السلام تشریف لاتے تھے۔ آپ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھیں لیکن عفت و عصمت کا یہ عالم تھا کہ غیر کی طرف نگاہ تو کجا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ ایک دن اچانک حضرت مریم علیہا السلام کیا دیکھتی ہیں کہ ان کے بالکل قریب حجرے کے اندر ایک خوبصورت توانا نوجوان کھڑا ہے۔ عفت مآب مریم گھبرا گئیں۔ فوراً اس نوجوان سے کہا: میں پناہ مانگتی ہوں رحمن کی تجھ سے اگر تو پرہیز گار ہے''۔ (مریم: ۱۸)

جبرئیل امین جو ایک نوجوان کی شکل میں آئے تھے نے اپنے آپ کو متعارف کروایا اور کہا مریم! ''میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ تجھے عطا کروں ایک پاکیزہ فرزند'' (مریم: ۱۹)

مریم (حیرت سے) بولیں (اے بندہ خدا) کیونکر ہوسکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں''

جبرئیل امین نے کہا: یہ درست ہے (لیکن) تیرے رب نے فرمایا یوں بچہ دینا میرے لئے معمولی بات ہے اور (مقصد یہ ہے) کہ بنائیں اسے اپنی قدرت سے نشانی لوگوں

کے لئے اور سراپا رحمت اپنی طرف سے اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔[۱]

سورہ آل عمران میں جبرئیل امین کی جگہ جمع کا لفظ الملائکۃ ہے اور بشارت کے الفاظ بھی مختلف ہیں۔ ”جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ معزز ہوگا دنیا اور آخرت میں اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا اور گفتگو کرے گا لوگوں کے ساتھ گہوارے میں بھی اور پکی عمر میں بھی اور نیکو کاروں میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اسے کتاب وحکمت اور تورات وانجیل اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر اسرائیل کی طرف۔ (وہ انہیں آ کر کہے گا کہ) میں آگیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے۔ (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے لئے کیچڑ سے پرندے کی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ کے حکم سے، اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو اور میں زندہ کر دیتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں۔ بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان دار ہو۔ اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کر دوں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے۔ سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے مجھے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے تمہیں، سو اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے“۔[۲]

لگتا ہے حضرت جبرئیل امین پہلے انسانی صورت میں تشریف لائے اور بشارت کے وہ الفاظ کہے جو سورۃ مریم میں مذکور ہیں۔ پھر کئی فرشتوں نے آ کر مزید تسلی کے لئے تفصیل سے مولود مسعود کے اوصاف بھی بیان کر دیئے۔ کیونکہ کنواری ہونے کے باوجود بچہ کی پیدائش حضرت مریم کے لئے بہرحال بہت ہی صبر آزما مرحلہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱(مریم:۲۱)

۲(آل عمران:۴۵تا۵۱)

مسیح علیہ السلام کی دنیا میں پہلی آمد

سورہ مریم میں آپ علیہ السلام کی آمد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فحملته فانبذت به مكانا قصيا فأجاءها المخاض إلى جذع النخلة قالت يليتنى مت قبل هذا و كنت نسيا منسيا فناذٰها من تحتها ان لاتحزنى قد جعل ربك تحتك سريا وهذى اليك بجذع النخلة تسقط عليك رطبا جنيا فكلى واشربى وقرى عينا۔ (آیت ۲۲/تا۲۶)

ترجمہ: پس وہ حاملہ ہوگئیں اس (بچہ) سے پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لئے کسی دوسری جگہ پس لے آیا انہیں دردزہ ایک کھجور کے تنے کے پاس (بصد حسرت و یاس) کہنے لگیں کاش! میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔ پس پکارا اسے ایک فرشتہ نے اس کے نیچے سے (اے مریم) غمزدہ نہ ہو جاری کردی ہے تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو، گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں (میٹھے میٹھے خرمے) کھاؤ اور (ٹھنڈا پانی) پیو اور (اپنے فرزند دلبند کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پہلے ہی مریم کو بچے کو بارے میں تفصیلاً آگاہ کردیا گیا تھا تو وہ یاس و حسرت کی تصویر بنے واویلا اور مایوسی کی گفتگو کیوں کررہی تھیں۔ میرے خیال میں یہ انداز حضرت مریم کے کمال عفت پر دلالت کرتا ہے۔ کنواری کے ماں بن جانے پر لوگ تہمت لگائیں گے۔ حقیقت کا بیان کر بھی دیا گیا تو کون یقین کرے گا۔ اگر عام عورت ہوتی تو اس قدر پریشان نہ ہوتی۔ یہ مریم تھی جس کا پورا خاندان عزت و عظمت کردار کا نمونہ تھا۔ بن باپ کے بچے کی پیدائش پر وہ لوگوں کا سامنا کیسے کرے گی؟ اسی لئے اس کی زبان پر ایسے الفاظ نکل گئے۔

اللہ تعالیٰ نے مریم مقدسہ کو حکم دیا: ”**فإماترين من البشر احدا فقولى انى نذرت**

للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا'' (مریم:۲۶) پھر اگر تم دیکھو کسی آدمی کو تو (اشارے سے اسے) کہو کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے رحمن کے لئے (خاموشی کے) روزہ کی پس میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔

مریم رضی اللہ عنہا قوم کا سامنا کرتی ہیں

حضرت مریم جب چلنے پھرنے کے قابل ہوگئیں تو بچے کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس تشریف لائیں۔قرآن کریم کے الفاظ ہیں: ''فاتت به قومها'' پس وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے'' (مریم:۲۷)

بہتان عظیم

مریم تقدس مآب خاندان کی تقدس مآب کنواری تھیں۔ پوری قوم میں ان کی پاکیزگی کی دھوم تھی۔اچانک اس کی گود میں بچہ دیکھ کر قوم پر سکتہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔اور فرط خجالت سے بس اتنا کہہ سکے یامریم لقد جئت شیئا فریا (مریم:۲۷) اے مریم! تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے'' مریم رضی اللہ عنہا ہارون کی بہن نہیں لیکن اس نسل سے تھیں اس لئے قوم نے جب بن باپ کے اس مولود مسعود کو دیکھا تو سمجھ نہ سکے اور آپے سے باہر ہو کر کہنے لگے۔ یا اخت هارون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا۔ (مریم:۲۸) اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدچلن تھی'' حضرت مریم کو خاندانی شرافت کا احساس دلایا جارہا تھا کہ تو جس قوم جس خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس کے اخلاق عالیہ سے زنا جیسے گھناؤنے گناہ کا ارتکاب ناممکن ہے پھر تو نے یہ جرأت کیسے کی۔

مریم کی برأت

جیسا کہ اللہ کا حکم ہے مریم علیہا السلام نے اپنی صفائی میں ایک لفظ تک نہ کہا۔ان کے الزامات کے جواب میں فاشارت الیه[1] ''مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا''۔

---

[1] (مریم:۲۹)

لوگ اور زیادہ غصہ میں آگئے اور کہا "کیف نکلم من کان فی المھد صبیا"(مریم ۲۹:) کہنے لگے ہم کیسے بات کریں اس سے جوگھوارہ میں (کم سن بچہ) ہے ۔مریم تو اتنی بے باکی کا مظاہرہ کرتی ہے اور ہمیں بے وقوف بناتی ہے۔لوگ مریم کو کوس رہے تھے کہ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے خود ان کی برات کا سامان کر دیا ہوا یوں تکلم فی المھدکہ جھولے میں جھولتا ہوا چند دن کا بچہ گویا ہوا "إنی عبداللہ أتانی الکتاب و جعلنی نبیا وجعلنی مبارکا اینما کنت واوصانی بالصلوة والزکاة مادمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"(مریم ۳۰: تا۳۳)

"میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اسی نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے خدمت گزار بنایا اپنی والدہ کا اور اس نے نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بدبخت اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا زندہ کر کے"۔

اعتراض

اس صریح معجزہ کو دیکھ لینے کے باوجود مسیح علیہ السلام کی مخالفت کیوں کی گئی۔اناجیل اربعہ کا بیان قابل وثوق ہے کہ لوگ انہیں مریم اور یوسف کے بیٹے کی حیثیت سے جانتے تھے۔

جواب

اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں۔مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے اس کے علاوہ کتنے معجزے پیش کئے لیکن بنی اسرائیل نے ان کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا۔موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو ملاحظہ کرنے کے باوجود خدا سے براہ راست حکم لینے اور خدا کو دیکھنے کی خواہش کی۔انبیاء کو مان لینے پر بھی انہیں قتل کیا اور اپنی تحریروں میں لکھا کہ ہم نے فلاں

فلاں نبی کو قتل کر دیا کیونکہ وہ ہمیں برائیوں پر ٹوکتا تھا۔

اعتراض

تکلم فی المہد کے معجزے کو بائبل نے بیان نہیں کیا۔ انجیل برنباس میں مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور ان کی معجزانہ پیدائش صیغہ راز میں رہتی ہے۔ پورا مسیحی لٹریچر اس معجزے کے بیان سے خالی ہے۔ اس لئے مسیحی حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تکلم فی المہد کا بیان جعلی ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام نے یہ معجزہ دکھایا ہوتا تو اس عظیم معجزے سے مسیحی دنیا ضرور واقف ہوتی۔ دوسری اقوام نے خصوصاً یہودیوں نے جہاں مسیح کے دوسرے معجزات کا رد کیا ہے وہیں اس معجزے کا بھی رد کرتی ہیں لیکن اس معجزے کا تذکرہ مسلمانوں کے سوا کسی مذہب میں نہیں ملتا۔

جواب

علامہ ابو عثمان عمرو بن بحر جو کہ جاحظ کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب "المختار فی الرد علی النصاری" اس کا تفصیلی جواب دیتے ہیں۔ ذیل میں گفتگو کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

دوسرے مذاہب کا اس معجزے کو تسلیم نہ کرنا اس کے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہے ورنہ عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مذاہب تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات کا انکار کرتے ہیں مثلاً یہود تو آپ کو مکار، دغا باز اور نعوذ باللہ حضرت مریم کے گناہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ تو کیا ان کی اس یاوہ گوئی اور بے ہودگی کی انتہا کو ہم دلیل قرار دے کر حضرت مریم کی عظمت کردار کا انکار کر سکتے ہیں۔ اسی طرح زرتشی مذہب رکھنے والے تورات، انجیل اور صحائف کے الہامی ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ تو کیا ان کا انکار کوئی وزن رکھتا ہے، اس لئے دوسرے مذاہب کا انکار یا خاموشی ہرگز دلیل نہیں ہے۔ ہاں عیسائی حضرات مسیح علیہ السلام کے معجزات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی پیروی اور محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسیحیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو خوب بیان کیا ہے ان کا انکار ایک وزنی دلیل ہے اس اعتراض کا جواب دینا ضروری ہے۔

علامہ جاحظ فرماتے ہیں کہ مسیحیوں نے دین چار آدمیوں سے حاصل کیا ہے ان کی رائے میں دو (یوحنا اور متی) حواری ہیں اور دو (مرقس اور لوقا) حواری نہیں۔ ممکن ہے بتقاضا بشری ان سے غلطی ہوگئی ہو اور انہوں نے اس معجزہ کو نہ لکھا ہو تا کہ غیر معتاد واقعہ سے لوگ متنفر ہو کر عیسائیت سے دور نہ ہو جائیں۔

اعتراض

مسیحی حضرات کے نزدیک مصنفین ملہم تھے ایک ملہم ہرگز غلطی نہیں کرسکتا۔ بشری تقاضوں پر قدرت خداوندی غالب آجاتی ہے۔

جواب

علامہ جاحظ نے جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اناجیل کا باہمی تضاد ثابت کرتا ہے کہ مصنفین ملہم نہیں تھے اور ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔

(المختار فی الرد علی النصاری۔علامہ جاحظ۔ ۹۷ تا ۱۰۰)

دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ مصنفین نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے تمام معجزات اور تعالیم کو قلمبند نہیں کیا۔ لہٰذا تکلم فی المھد کے معجزے کو من گھڑت کہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

انجیل یوحنا تمام الہامی تحریروں کے بعد تصنیف ہوئی مقدس یوحنا اس کے آخر میں اعتراف کرتا ہے کہ

"اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے ہیں اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں سما نہ سکتیں"۔

(بحوالہ مسیح خدا نہیں: ۴۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب وغریب پیدائش پر ایک مشہور شبہ اور اس کا جواب

شبہ: جب مسیح کی پیدائش ساری دنیا کے عام ضابطہ کے خلاف بغیر باپ کے توسط کے ہوئی، تو انہیں بجائے فوق البشر کے محض بشر کیسے تسلیم کیا جائے؟

جواب: یہ ہے کہ آدم کو بشر تو خود تسلیم کرتے ہو درآنحالیکہ ان کی پیدائش تو عجیب طور پر واقع ہوئی تھی، یعنی وہاں ماں اور باپ دونوں میں سے کسی کا توسط نہ تھا، مخلوق ہونے اور حادث ہونے کا دارومدار کسی خاص و معین طرز ظہور و وجود پر نہیں، مطلق حدوث پر ہے، اور وہ آفرینش عیسیٰ میں پوری طرح موجود تھا۔

مسیحیوں میں ایک قدیم فرقہ ایرین (arians) ہوا ہے، اس کا بانی arius چوتھی صدی عیسوی کے شروع میں اسکندریہ کا ایک لاٹ پادری تھا، اس کی تعلیم یہ تھی کہ مسیح قدیم وغیرہ مخلوق نہیں، مخلوق و حادث ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ا صفحہ ۵۰۸ طبع چہارم)

اس سے قبل انطیوخ (انطاکیہ) کے بطریق پال سموسطوی (مشہور و معروف پولوسی طرسوسی سے اسے خلط نہ کیجئے) کی تعلیم تیسری صدی عیسوی میں یہی تھی کہ عیسیٰ مسیح کی پیدائش ایک دوشیزہ کے بطن سے ہوئی تھی، بہ واسطۂ روح القدس، اس لئے وہ بشر محض تھے، روح القدس کے توسط نے انہیں بھی مقدس بنادیا تھا، اور اس لئے وہ مسیح تھے، لیکن شریک الوہیت بہر حال نہ تھے (ایضاً جلد ۱۷ ص ۳۹۸ نیز انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھیکس جلد ۱۱ ص ۱۷۱)

مسیحیوں کے صاحب فہم طبقہ میں برابر اس طرح کی تحریکیں صحیح عقیدہ کی اٹھتی رہی ہیں، لیکن کلیسا کے عام جمود و تصلف نے کبھی ان اصلاحی تحریکوں کو عام اور سرسبز نہ ہونے دیا۔ (ایضاً ۱۷۹)[1]

---

[1] بحوالہ یہودیت اور نصرانیت: ۲۲۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت شام کا حاکم

آپ علیہ السلام سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ سنہ عیسوی آپ ہی کے نام سے جاری ہے آپ کے بعد صرف نبوت محمدی ہوئی، ملک شام کے علاقہ ارض گلیل میں ایک قصبہ ناصرہ نامی ہے وہی آبائی وطن ہے، ولادت بیت المقدس کے ایک گوشہ میں ہوئی۔

خاندان یوسف بن یعقوب بن ماشان نامی ایک حکیم تھا، جناب یوسف لکڑی کا کام کیا کرتے تھے، اس لئے یوسف نجار کے نام سے مشہور تھے، شام اس وقت رومی مملکت کا ایک نیم خودمختار صوبہ تھا اور اس وقت والی شام ہیرودیس تھا۔

اور فن نجوم وکہانت کے عروج کا زمانہ تھا انجیل کی روایت ہے کہ اسے جوتشیوں سے یہ پتہ چلا کہ اسرائیل کا آئندہ بادشاہ ایک گھر میں تولد ہوگیا ہے اور وہ گھر حضرت مریم کے شوہر یوسف نجار کا تھا اس نے چاہا کہ اس بچہ کو پکڑ کر قتل کر ڈالے اور آئندہ کے لئے اندیشہ ہی باقی نہ رہے یوسف اس سے قبل ہی غیبی اطلاع پا کر مع حضرت مریم وعیسیٰ کے وطن چھوڑ کر مصر کے لئے روانہ ہوگئے انجیل میں ہے:

خداوند کے فرشتے نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کر کہا اٹھ بچہ اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اس بچے کو تلاش کرنے کو ہے تا کہ اسے ہلاک کرے پس وہ اٹھا اور رات کے وقت بچے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو روانہ ہوگیا اور ہیرودیس کے آنے تک وہیں رہا۔ (لوقا۲۔ ۱۳۔ ۱۴) (بحوالہ یہودیت ونصرانیت: ۲۲۷)

مسیحی تقویم میں تین سال کی غلطی شروع سے چلی آرہی ہے، اس لئے آپ کا سال ولادت وہ نہیں جس سے مسیحی تقویم شروع ہوئی ہے بلکہ تین سال بعد کا ہے، اس لحاظ سے کہنا یہ چاہئے کہ آپ کی ولادت سنہ ۴ ق م میں ہوئی، ۳۳ سال کی عمر میں آپ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق زندہ اور مسیحی عقیدہ کے مطابق تین دن کے لئے وفات پا کر، آسمان پر اٹھا لئے گئے، آپ کے رفع آسمانی سے انکار صرف بعض جدید فرقوں نے کیا ہے۔

اپنے پیغمبرانہ عظمتوں کے باوجود محض بشر ہی تھے، ایک عورت کے بطن سے پیدا ہوئے، خدایا مثیل خدا، فرزند خدا وغیرہ کچھ نہ تھے، یسیحی روایتوں کے مطابق ۲۹ سنہ ء میں دنیا سے تشریف لے گئے، ایک فرقہ جدید وقلیل کا دعوی ہے کہ صفحات تاریخ سے روپوش ہوجانے کے بعد بھی مدتوں زندہ رہے، اور بقیہ عمر سیاحی میں بسر فرمائی، جمہور اہل سنت کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ (ایضاً ۱۸۰)

کرسمس کی لغوی تحقیق

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں انسان کسی بھی مذہب، گروہ، فرقہ، قوم یا ملک سے ہو، اسے خوشی چاہئے، وہ خوش ہونا، ہنسنا اور مسکرانا چاہتا ہے، وہ تہوار منانا چاہتا ہے مذہب انسان کی اس فطرت سے واقف ہے، لہذا وہ اسے تقریبات، عیدوں اور تہواروں کی اجازت دیتا ہے۔

انسانی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب وہ خوش ہوتا ہے تو اکثر و بیشتر حدود اللہ سے تجاوز کرجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آسمانی مذاہب نے ان تقریبات، عیدوں اور تہواروں کو پاکیزہ رکھنے کی ہمیشہ تاکید کی ہے، لیکن حضرت انسان کی خواہش نفس کی تکمیل کے آگے جہاں مقدس الہامی کتب اور صحائف نہ بچ سکے وہاں یہ بے چاری عیدیں اور تہوار کیا چیز ہیں؟

کرسمس (christmas) وہ الفاظ کرائسٹ (crist) اور ماس (mass) کا مرکب ہے کرائسٹ (crist) مسیح علیہ السلام کو کہتے ہیں اور ماس (mass) اجتماع، اکھٹا ہونا ہے، یعنی مسیح علیہ السلام کے لئے اکھٹا ہونا، مسیح اجتماع یا یومِ میلاد مسیح علیہ السلام۔

یہ لفظ تقریباً چوتھی صدی کے قریب قریب پایا گیا، اس سے پہلے اس لفظ کا استعمال کہیں نہیں ملتا۔ دنیا کے مختلف خطوں میں کرسمس کو مختلف ناموں سے یاد کیا اور منایا جاتا ہے، اسے یول ڈے نیٹوئی (پیدائش کا سال) اور نوائل (پیدائشی یا یومِ پیدائش) جیسے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے۔

(نوائے وقت دوم دسمبر ۲۰۰۵ء)

بڑا دن اور تاریخ ولادتِ مسیح علیہ السلام

بڑا دن بھی کرسمس کا مروجہ نام ہے، یہ یومِ ولادت مسیح علیہ السلام کے سلسلہ میں منایا جاتا ہے کیونکہ مسیحیوں کے لئے یہ ایک اہم اور مقدس دن ہے، اس لئے اسے بڑا دن کہا جاتا ہے۔

نہ صرف مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش بلکہ سنِ پیدائش کے حوالے سے بھی مسیحی علماء میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے عام خیال ہے کہ سن عیسوی مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش سے شروع ہوتا ہے مگر قاموس الکتاب اور دیگر مسیحی کتب کی ورق گردانی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۴ ریا ۶ ر میں ہوئی، قاموس الکتاب میں ۴ ر دی گئی ہے جبکہ مائیکل بارٹ ”the hundred“ میں چھ ق م تسلیم کرتا ہے، پیدائش کے دن کے حوالے سے بھی شدید اختلاف ہے، رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسا اسے ۲۵ ر دسمبر کو مشرقی آرتھوڈوکس کلیسا ۶ ر جنوری کو اور ارمنی کلیسا ۱۹ جنوری کو مناتا ہے، کرسمس کے تہوار کا ۲۵ ر دسمبر ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ شاہ قسطنطین (جو کہ چوتھی صدی عیسوی میں بت پرستی ترک کر کے عیسائیت میں داخل ہوگیا تھا) کے عہد میں ۳۲۵ عیسوی میں ہوا۔ یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اولین کلیسا بڑا دن مناتے بھی تھے یا نہیں؟۔

تاریخ ولادت مسیح علیہ السلام کا علم کس کو ہے؟

یاد رہے کہ مسیح علیہ السلام کی صحیح تاریخ پیدائش کا کسی کو علم نہیں۔ تیسری صدی عیسوی میں اسکندریہ کے کلمینٹ نے رائے دی تھی کہ اسے ۲۰ مئی کو منایا جائے؛ لیکن ۲۵ ر دسمبر کو پہلے پہل روم (اٹلی) میں بطورِ مسیحی مذہبی تہوار مقرر کیا گیا تا کہ اس وقت کے ایک غیر مسیحی تہوار، جشن زحل (saturnalia) کو (یہ رومیوں کا ایک بڑا تہوار تھا اس روز رنگ رلیاں خوب منائی جاتی تھیں) جو سورج کے راس الجدی پر پہنچنے کے موقع پر ہوتا ہے، پس پشت ڈال کر اس کی جگہ مسیح علیہ السلام کی سالگرہ منائی جائے (قاموس الکتاب ص ۱۴۷:)

کینن فیرر نے بھی اپنی کتاب ''لائف آف کرائسٹ'' میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے یومِ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا، انجیل (لوقا۸:۲) سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس رات گڈریے بھیڑوں کو لئے ہوئے بیت اللحم کے کھیتوں میں موجود تھے لیکن انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں کرسمس ڈے کے آرٹیکل پر لکھنے والے نے اس پر ایک نہایت عمدہ تنقید کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ڈسمبر کا مہینہ تو ریاست یہودیہ (فلسطین) میں سخت بارش کا مہینہ ہے ان دنوں بھیڑیں یا گڈریے کس طرح کھلے آسمان تلے رہ سکتے ہیں۔ (کرسمس کی حقیقت ص ٦)

تاریخ ولادت کب مقرر ہوئی

۴ر صدیوں تک ۲۵ر دسمبر کی تاریخ ولادت مسیح علیہ السلام نہیں سمجھی جاتی تھی ۵۳۰ء میں سیتھیا کا ڈایونیس اکسیگنز نامی ایک راہب جو ایک منجم (astrologer) بھی تھا، تاریخ ولادت مسیح علیہ السلام کی تحقیق اور تعین کے لئے مقرر ہوا، سو اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت ۲۵ر دسمبر مقرر کی کیونکہ مسیح علیہ السلام سے پانچ صدیاں قبل ۲۵ر دسمبر مقدس تاریخ سمجھی جاتی تھی، بہت سے دیوتاؤں کا اس تاریخ پر یا اس سے ایک دو دن بعد پیدا ہونا تسلیم کیا جاچکا تھا، چنانچہ راہب نے آفتاب پرست اقوام میں عیسائیت کو مقبول بنانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ ولادت ۲۵ر دسمبر مقرر کردی۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اس قوم نے ہفتے میں سورج کی عبادت کے لئے ایک دن مختص کیا ہوا تھا اور اس دن کو وہ مقدس سمجھتے تھے جس کو سنڈے ہولی ڈے کہا جاتا ہوگا کیونکہ اس دن سورج (sun) کی عبادت کی جاتی تھی، چنانچہ وہی سنڈے ہولی ڈے بن گیا جو کہ آج عیسائیوں کے یہاں بھی مقدس اور عبادت کا دن ہے۔ (واللہ اعلم)

کرسمس کی حقیقت

چوتھی صدی عیسوی تک دنیا میں کرسمس کا نام ونشان نہیں تھا۔ عیسائی اتوار کے دن گرجا

گھروں میں عبادت تو کرتے تھے لیکن حضرت عیسی علیہ السلام کے یوم ولادت منانے کا تصور ابھی مسیحی مذہب میں پیدا نہیں ہوا تھا چوتھی صدی کے شروع میں دنیا میں ایک عجیب واقعہ ہوا شہر روم میں مشعلیں بنانے والے ایک کاریگر نے ایک ایسی مشعل بنالی جس میں تیل نہیں ڈالنا پڑتا تھا اس مشعل کو سیدھا کھڑا کر کے اس کے فلیتے کو آگ لگادی جاتی اور یہ گھنٹوں جلتی رہتی تھی، یہ مشعل ایک دلچسپ ایجاد تھی دیکھتے ہی دیکھتے مشعل ساز نوجوان امیر ہوگیا اس کی بنائی مشعلیں دربار میں جلنے لگیں یہ مشعل آگے چل کر کینڈل یا موم بتی کہلائی اس زمانے میں موم بتیاں صرف شاہی خاندان تک محدود تھیں عام لوگ نہیں خرید سکتے تھے اور نہ جلا سکتے تھے لیکن موم بتی ایجاد کرنے والا نوجوان اس کی وسیع فروخت کا خواہاں تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی ایجاد دنیا بھر میں خوب پھولے پھلے لوگ اسے خریدیں بھی اور جلائیں بھی۔

پادری کی چالبازی اور عیسائی دنیا کا پہلا کرسمس

اس کے حلقہ احباب میں روم شہر کا ایک پادری بھی شامل تھا ایک دن اس نوجوان نے اپنے پادری دوست کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا پادری ایک سمجھ دار اور زندہ دل شخص تھا اس نے اسے سمجھایا: ”دنیا میں جو چیز مذہب کے ساتھ وابستہ ہوجائے اسے دوام مل جاتا ہے تم کسی طریقے سے گرجا گھر سے موم بتی کا رشتہ قائم کرو، پھر دیکھو تمہاری ایجاد دنیا میں کس طرح پھیلتی ہے“۔ آئیڈیا اچھا تھا، نوجوان چند روز تک سوچتا رہا، ایک روز پادری اس کی دکان پر آیا تو نوجوان اس کے کان پر جھک کر سرگوشی کی پادری کی آنکھوں میں چمک آگئی، وہ اتوار کا دن اور ۲۵ دسمبر تھا، اس روز پادری نے سروس کے دوران عجیب وغریب اعلان کیا۔ اس نے حاضرین سے درخواست کی: ”آپ تمام خواتین حضرات سورج ڈوبنے کے بعد دوبارہ چرچ آئیں، چرچ میں ایسے خصوصی طریقے سے دعا مانگی جائے گی جو مکمل ہونے سے پہلے ہی قبول ہوجائے گی۔ لوگوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، لیکن قصبے میں پادری کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا چنانچہ لوگ شام کو چرچ میں جمع ہوگئے، جب خوب اندھیرا پھیل گیا تو پادری نے تمام حاضرین کے سامنے ایک ایک موم

بتی جلائی اور لوگوں سے آنکھیں بند کر کے دعا کرنے کی درخواست کی، یہ دعا، گھنٹہ بھر چلتی رہی، دعا کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تو ان کے ہونٹوں پر اس نئے طریقے کی دعا کی قبولیت کا چرچا تھا۔ یہ ۳۳۶ء کا ۲۵/دسمبر تھا۔ عیسائی دنیا کا پہلا کرسمس۔

کرسمس سرکاری سرپرستی میں

اس تہوار کا آغاز روم میں ۳۳۶ عیسوی میں ہوا ان دنوں گرجا گھر اور تخت میں بڑا اتفاق ہوتا تھا بادشاہوں کو اپنے غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی احکام کی تصدیق کے لئے چرچ کی مدد درکار ہوتی تھی۔ پادری بھی بادشاہ کے ایما پر ایسے ایسے احکام جاری کرتے تھے کہ آج انسان سنے تو اس کے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو جائے، بہر حال کرسمس کے تہوار کو پادریوں نے دربار تک پہونچا دیا، یا پھر بادشاہوں نے پادریوں کو اس کی سرپرستی کا حکم دیا، تاریخ اس کے بارے میں تو خاموش ہے، لیکن یہ بات طے ہے کہ یہ تہوار دو تین برسوں ہی میں سرکاری سرپرستی میں چلا گیا۔ روم میں اس روز سرکاری تعطیل ہوتی ہے، شاہی خزانے سے ہزاروں موم بتیاں خریدی جاتی ہیں اور یہ موم بتیاں پھر تمام گرجا گھروں میں جلا دی جاتی ہیں، گو اس وقت تک یہ طے نہیں ہوا تھا کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۵/دسمبر ہی کو پیدا ہوئے تھے، لیکن اس اختلاف کے باوجود رومی کرسمس کا تہوار ۲۵/دسمبر کو مناتے تھے۔ روم کے بعد جرمنی دوسرا علاقہ تھا جس میں کرسمس منایا جانے لگا وہاں بھی اس تہوار کو سرکاری تقریب کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس زمانے میں جرمنی کسی خاص ملک یا سلطنت کا نام نہیں تھا، یہ رومی سلطنت کا ایک مفتوحہ علاقہ تھا جس میں چھوٹے چھوٹے سرداروں کی حکومت تھی، ان لوگوں کے رہن سہن میں رومی ثقافت کی جھلک نظر آتی تھی، یہ سردار ابتداءً کرسمس کا تہوار منانے روم جاتے تھے، واپس آ کر جب اپنے درباریوں کو واقعات سناتے تو حیرت کا اظہار کرتے۔ بعد ازاں کوئی ایک جرمن سردار کے باعث کسی کرسمس منانے لگے۔ یوں روم کے بعد اس خطے میں بھی کرسمس منایا جانے لگا جسے آج دنیا جرمنی کا نام دیتی ہے۔

ولادتِ مسیح کا تذکرہ قرآن مجید میں

قرآن مجید کی سورۂ مریم پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے:

فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیاً منسیا فنادٰاھا من تحتھا ان لا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطباً جنیا۔ (سورہ مریم ۲۲ تا ۲۵)

پھر دردِ زہ اس (مریمؑ) کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، وہ کہنے لگی: اے کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بھلائی ہوتی، پھر اس (فرشتے) نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، یقیناً تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، وہ تجھ پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔

اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مسیح علیہ السلام کی جائے پیدائش ریاست یہودیہ کے شہر بیت اللحم میں ہوئی، اس علاقے میں موسم گرما کے وسط یعنی جولائی، اگست میں ہی کھجوریں ہوتی ہیں، قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ امر واضح کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کھجوریں پکنے کے مہینے جولائی یا اگست کے کسی دن میں ہوئی تھی نہ کے ۲۵ دسمبر کو، جو کہ یہودیہ (موجودہ فلسطین) میں سخت سردی اور بارشوں کا مہینہ ہوتا تھا۔

کرسمس ڈے پر موم بتیاں

موم بتیاں کب سے روشن ہونا شروع ہوئیں، انہیں کیوں روشن کیا جاتا تھا اور اب اسے ایک معاشرتی رواج کیوں دیا جا رہا ہے، دنیا میں یہودیوں نے سب سے پہلے مٹ زاوہ (mitzawah) کے نام پر موم بتیاں روشن کرنا شروع کیں، اسے خواتین روشن کرتیں اور اس کا مقصد عورت کے اس ازلی ابدی گناہ کی تلافی کرنا تھا جس کا ماخذ یہودی اپنی کتاب تالمود کے پیرا ۳۱ا سے لیتے ہیں: ''اے عورت تم سے ایک جرم سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں ہمیں جنت سے نکلنا پڑا، تم سانپ کی دلکشی پر فریفتہ ہوگئیں اور اس کے

بہکاوے میں آگئیں اور پھر تو نے ہمارے باپ آدم کو بھی اس میں شریک کرلیا۔“

یوں تمہاری وجہ سے اس زمین بلکہ ہماری زندگیوں میں بھی اندھیرا چھا گیا، اس لئے اب تمہیں موم بتیاں روشن کر کے دنیا میں روشنی کو واپس لانا ہوگا“ موم بتی کو روشن کرنے اور عورت کی غلطی کی تلافی وہ یومِ سبت یعنی ہفتہ کے دن کے تہوار کے طور پر کرتے ہیں، یہ موم بتیاں جمعہ کی شام یعنی ہفتہ کی رات کو روشن کی جاتی ہیں، عورتیں دو موم بتیاں جلاتی ہیں، ایک تورات کے باب exoduss 8:20 کے مطابق جب یہودیوں کو اپنے وطن سے دربدر کیا گیا تھا اور دوسری تورات کی پانچویں کتاب deuteronmy کے فقروں 5:12 کے مطابق جن میں یوم سبت منانے کے لئے کہا گیا ہے۔

عورتیں موم بتیاں جلا کر اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے ڈھانک لیتی ہیں، پھر شکر ادا کرتی ہیں کہ خدا نے ہمیں مقدس بنایا اور ہمیں سبت کی شمعیں جلانے کا حکم دیا، یہودیوں کا ایک اور تہوار ”ہنوکا“ (hanukah) ہے جو یہودی مہینے کنزلیو kislev کی ۲۵ تاریخ کو آٹھ دن کے لئے منایا جاتا ہے، یہ تہوار 165 قبل مسیح علیہ السلام میں یہودیوں کی یونانی اور شامی فوجوں پر فتح کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے، اسے ”چنوہا“ chanuh یعنی روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے، ان آٹھ دنوں میں یہودی مسلسل موم بتیاں روشن کرتے ہیں، موم بتیاں جلانا ان کے لئے ان تہواروں تک ہی محدود نہیں، بلکہ مرنے والے کے موت کی سالگرہ کے دن بھی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔

اس خاص موم بتی کا نام tahrtzeit رکھا گیا ہے کسی سانحے، تشدد یا بربریت میں مرنے والوں کے بارے میں موم بتیاں جلانے کا رواج بھی یہودیوں نے شروع کیا، جنگ عظیم دوم کے بارے میں یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ساٹھ لاکھ افراد قتل کئے گئے تھے، ان ساٹھ لاکھ یہودیوں کے قتل کی یاد میں ہر سال ”یوم نشوہا“ yom-e-nashoao منایا جاتا ہے اور ہر گھر عبادت گاہ اور یہودی عمارت پر موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ موم بتی جلا کر مرنے والوں کی یاد منانے کی یہ رسم یہودیوں نے خود ایجاد کی اور اسکا ان کے دین سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ اسکے بارے

میں کوئی احکامات موجود تھے۔

انکی دیکھا دیکھی اس رسم کو عیسائیت نے بھی اپنالیا حالانکہ اسکا کوئی حکم نہ انجیل میں موجود تھا اور نہ ہی قدیم روایات میں اسکا تذکرہ ہے۔اسکا آغاز مشرقی آرتھوڈوکس چرچ نے اپنی عبادت سے کیا جسمیں پورے کا پورا مجمع ہاتھ میں موم بتی پکڑے کھڑا ہوتا ہے۔قربان گاہوں پرموم بتیاں روشن کی جانے لگیں۔مشرقی کھیتولک بلکہ رومن کھیتولک سب کے سب موم بتی کو مسیح کی روشنی سے تعبیر کرنے لگے۔اس رواج کو مقدس بنانے کیلئے کہا گیا کہ چرچ میں جلائی جانے والی موم بتیوں میں کم ازکم 51 فیصد موم شہد کی مکھیوں کے چھتے سے حاصل کیا جائے۔

ایسٹر کے موقع پر ایک خاص موم بتی روشن کی جاتی ہے جسے پاسل paschal کہا جاتا ہے۔اسے مسیح کے ایسٹر کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی علامت کے طور پر جلایا جاتا ہے،لیکن ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے حادثے کے بعد موم بتیاں جلانے کو ایک عالمی رسم بنانے کی کوشش کی گئی،یہ رسم عام آدمیوں نے قبول نہیں کی بلکہ ہمارے معاشرے کی ایک نئی ایجاد سول سوسائٹی نے کی۔ یہ سول سوسائٹی کیا ہے؟ اس کا اثر پوری دنیا کے غریب معاشروں میں ایسا ہے جیسے ساری قوم جاہل،ان پڑھ،گنوار،ظالم،متشدد اور بیہودہ ہے اور یہ چند فیشن زدہ مغرب سے مرعوب اور اپنی زبان وتہذیب سے ناآشنا لوگ ہی مذہب اور انسان دوست ہیں۔

یہ سول سوسائٹی روسی کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد کارپوریٹ سرمائے سے بننے والی جمہوری حکومتوں نے دنیا کے غریب ملکوں میں ایک عالمی کلچر کے فروغ کے لئے بنائی تاکہ ان کا مال بک سکے،پہلے کسی ملک میں حکومت ہوتی تھی تاکہ وہ عوام پر خرچ کریں، لیکن اسّی کی دہائی میں ان حکومتوں کو یک بیک اور عالمی رشوت خوری کے ذریعے کرپٹ کیا گیا اور پھر ایک وسیع پروپیگنڈے سے بدنام کیا گیا تاکہ مغربی حکومتیں اور عالمی انجمنیں غریب ملکوں میں براہِ راست لوگوں کو امداد دیں،اس کے لئے این جی اوز بنائی گئی۔

مفت خوروں کا گروہ

ہر ملک کے سفارت خانے نے مدد دینے کی کھڑکی کھول دی، عالمی ادارے بھی ان ہی این جی اوز کو گرانٹ دینے لگے، اور لاکھوں روپے تنخواہ پر تعیش دفاتر اور بڑی بڑی ایئر کنڈیشن گاڑیوں میں گھومنے والے ان ہی این جی اوز کے ملازم تھے یا پھر ان کے کرتا دھرتا، ان تمام مفت خوروں نے ملکر ایک گروہ تشکیل دیا جس کا نام سول سوسائٹی ہے، یہ دنیا کے ہر غریب ملک میں پایا جاتا ہے، افریقہ میں اس کی بہتات ہے، یورپ میں عوام سڑکوں پر نکلتی ہے لیکن افریقہ اور ایشیا میں سول سوسائٹی، عالمی امداد پر پلنے والے اس گروہ کا ایجنڈا بھی وہی ہے جس کی بنیاد پر انہیں سرمایہ فراہم کیا جاتا ہے۔

اس کی سب سے آسان پہچان یہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو کبھی بھی مغرب میں توہین رسالت کے واقعہ یا کارٹونوں کے چھپنے پر سڑکوں پر نظر نہیں آئیں گے لیکن کسی بھی شاتم رسول ﷺ کی یاد میں شمعیں جلانے ضرور آئیں گے، یہ کسی بھتہ خور اور قاتل کے قتل کے خلاف بینر نہیں اٹھائیں گے، لیکن کسی مولوی کے ایک بیان پر رات دن احتجاج کریں گے، افغانستان اور عراق میں امریکی افواج لاکھوں لوگوں کا قتل عام کر دے، انہیں کبھی دکھ نہیں ہوتا، لیکن ایک امریکی کو اغواء کر کے قتل کر دیا جائے تو ان کو انسانیت یاد آجاتی ہے۔

یہ ان کا حق ہے جس کو چاہیں روئیں یا جس پر چاہیں نہ روئیں؛ لیکن دکھ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے قوم پہلے اپنے شہیدوں کو، بے گناہ مرجانے والوں کو، یا پھر کسی محبوب شخصیت کی یاد منانے کے لئے اکٹھا ہوتی تو اپنے پروردگار سے دست بدعا ہوا کرتی تھی لیکن شاید ہم اب ان لوگوں کے لئے دعا کرنا بھی بھول جائیں گے، بس موم بتی جلائی تصویر بنائی اور آرام سے سو گئے۔

کرسمس کا طریقہ

جرمن قبائل قدیم زمانہ سے اس موسم کو تعظیم اور تکریم کا موسم سمجھتے تھے، سیکنڈے

نیویا (ناروے، سویڈے، ڈنمارک) کے بار ایسے ٹیبلوز میں مختلف کردار ادا کر چکا ہے اس میں تمام واقعہ دہرایا جاتا تھا، جو مریم رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسیح علیہ السلام کی ولادت کے ضمن میں پیش آیا، اس واقعہ کے دوران میں درخت کو مریم علیہا السلام کا ساتھی بنا کر پیش کیا جاتا اور دکھایا جاتا کہ وہ اپنی اداسی اور تنہائی کی یہ ساری مدت اس ایک درخت کے پاس بیٹھ کر گزار دیتی ہیں، چونکہ یہ درخت بھی اسٹیج پر سجایا جاتا تھا، اور ڈرامے کے اختتام پر لوگ اس درخت کی ٹہنیاں برکت کے طور پر ساتھ لے جاتے اور اپنے گھروں میں ایسی جگہ لگا دیتے جہاں ان کی نظریں ان پر پڑتی رہیں۔

کرسمس ٹری (درخت) کی رسم تاریخ......

یہ رسم آہستہ آہستہ کرسمس ٹری کی شکل اختیار کر گئی، اور لوگوں نے اپنے اپنے گھروں میں ہی کرسمس ٹری بنانے اور سجانے شروع کر دیے، اس ارتقائی عمل کے دوران میں کسی ستم ظریف نے اس پر بچوں کیلئے تحائف بھی لٹکا دیئے جس پر یہ تحائف بھی کرسمس ٹری کا حق بن گئے، کرسمس ٹری کی بدعت ایک عرصہ تک جرمنی تک محدود تھی۔ ۱۸۴۱ء میں برطانوی ملکہ وکٹوریہ کا خاندان جرمنی گیا اور اسے کرسمس کا تہوار جرمنی میں منانا پڑا تو اسی نے پہلی مرتبہ لوگوں کو کرسمس ٹری بناتے اور سجاتے دیکھا، اسے یہ حرکت بہت بھلی لگی، لہذا وہ واپسی پر ایک ٹری ساتھ لے آئی، ۱۸۴۸ء میں پہلی مرتبہ لندن میں کرسمس ٹری بنوایا گیا، یہ ایک دیوہیکل کرسمس ٹری تھا جو شاہی محل کے باہر آویزاں کیا گیا، ۲۵ دسمبر ۱۸۴۸ء کو لاکھوں لوگ یہ درخت دیکھنے لندن آئے اور اسے دیکھ کر گھنٹوں تالیاں بجاتے رہے اس دن سے لیکر آج تک تقریباً تمام ممالک میں کرسمس ٹری ہر مسیحی گھر میں بنایا جاتا ہے۔

(ایوری مینز انسائیکلو پیڈیا، نیو ایڈیشن ۱۹۵۸)

کرسمس پر خرچ اور عیاشی اپنی حدود سے باہر

ایک رپورٹ کے مطابق آج کل صرف برطانیہ میں 70 لاکھ کرسمس ٹری بنائے جاتے ہیں جن پر 150 ملین پاؤنڈ خرچ آتے ہیں اس پر مستزاد یہ کہ 200 ملین پاؤنڈ کے بلب اور چھوٹی ٹیوب لائٹس بھی نصب کی جاتی ہیں۔کرسمس ٹری پر جلائی جانے والی لائٹس تقریباً پورا مہینہ جلائی جاتی ہیں یوں صرف ایک ٹری پر ہزار پاؤنڈ یعنی ایک لاکھ ستر ہزار روپے تک کی بجلی جلتی ہے، یہ اعداد وشمار صرف برطانیہ کے ہیں، باقی کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں ،کرسمس کا آغاز ہوا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں میں مذہبی رجحان پیدا کیا جائے یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابتداء میں یہ ایک ایسی بدعت تھی جس کی واحد فضول خرچی موم بتیاں تھیں لیکن پھر کرسمس ٹری آیا، پھر موسیقی، پھر ڈانس اور آخر میں شراب بھی اس میں شامل ہوگئی، شراب کے داخل ہونے کی دیر تھی کہ یہ تہوار عیاشی کی شکل اختیار کرگیا، صرف برطانیہ کا یہ حال ہے کہ ہر سال کرسمس پر 7 ارب 30 کروڑ پاؤنڈ کی شراب پی جاتی ہے۔ ۲۵ دسمبر ۲۱۰۵ء کو برطانیہ میں جھگڑوں، لڑائی، مارکٹائی کے دس لاکھ واقعات سامنے آئے، شراب نوشی کی بنا پر ۲۵ دسمبر کو آبروریزی اور زیادتی کے ۱۹ ہزار کیس درج ہوئے۔ایک سروے کے مطابق برطانیہ کے سات میں سے ایک نوجوان نے کرسمس پر شراب نوشی کے بعد بدکاری کا ارتکاب کیا۔امریکہ کی حالت اس سے بھی گئی گذری ہے، امریکہ میں ٹریفک کے قوانین کی اتنی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں کہ پورا سال نہیں ہوتیں، ۲۵ ؍دسمبر کو ہر شہری کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے، شراب کے اخراجات ۱۴ ؍ارب ڈالر تک پہنچ جاتے ہیں، صرف اٹلانٹک سٹی کے جواخانوں میں اس روز ۱۵ ؍ارب روپے کا جوا ہوتا ہے، لڑائی مارکٹائی کے واقعات کی چھ لاکھ رپورٹس درج ہوتی ہیں، ۲۵ ؍دسمبر ۲۰۰۵ء کو کرسمس کے روز کثرت سے شراب نوشی کی وجہ سے حادثوں کے دوران میں ڈھائی ہزار امریکی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، پانچ لاکھ خواتین اپنے بوائے فرینڈ اور خاوند سے پٹیں۔اب تو یورپ میں بھی ایسے قوانین بن رہے ہیں جن کے ذریعے شہریوں کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ وہ کرسمس کی عبادت کے لئے اپنے

قریب ترین چرچ میں جائیں، شراب نوشی کے بعد اپنی گلی سے باہر نہ نکلیں، خواتین بھی اس خراب حالت میں اپنے بوائے فرینڈ اور خاوندوں سے دور رہیں، مذکورہ بالا اعداد وشمار ۲۰۰۴اور ۲۰۰۵ء کے ہیں۔

چند برس پہلے بین الاقوامی نوجوانوں کا سال منایا گیا، اس رپورٹ کے مطابق دنیا میں ایک ارب پانچ کروز پندرہ سے پچیس سال کے نوجوان موجود ہیں، دنیا کی تاریخ میں نوجوانوں کی اتنی تعداد اس سے پہلے کبھی نہیں پائی گئی اتنے بڑے طبقے کے سامنے اخلاقی قدروں کی پامالی کی بنیاد پر گوناگوں پیچیدہ خطرناک مسائل پیدا ہو گئے، علامہ اقبال مرحومؒ نے اپنی دوررس نظر کی بنا پر فرنگی تہذیب کی کشمکش کو دیکھ کر بہت پہلے ہی آگاہی دی تھی:

وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اس کی بیتاب بجلیوں سے خطرہ میں ہے اس کا آشیانہ

جب وقت چلا گیا نکیل ہاتھ سے چھوٹ گئی اب فکر لگی ہے مغربی دانشوروں کو، فرنگی ماہرین سماجیات کو، یورپی اربابِ بصیرت کو اخلاقی قدروں پر کنٹرول کی، امریکہ کے ایک مشہور صحافی نے ٹائمس آف امریکا میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا : امریکہ کو سب سے بڑا خطرہ یہ لاحق ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو اخلاقی قدروں کی اہمیت سمجھانے سے قاصر ہے نوجوانوں کی کردارسازی کے دو اہم راستے ہیں (۱) والدین کی تربیت مہد مادر کی تربیت مؤثر تالحد وقبر ہوتی ہے (۲) تعلیمی ادارے، تربیتی مراکز ہیں؛ گویا کہ یہ بھی مصنع اور فیکٹری ہے، جس کی تربیت کا اثر بھی دیرپا ہوتا ہے؛ اگر یہ دونوں طریق صحیح ہوں تو معاشرہ کو اخلاقی قدروں سے آشنا نوجوان مہیا ہوں گے؛ لیکن افسوس صد افسوس ان دونوں محاذوں پر شدید افراتفری کا عالم ہے، یہ دونوں خطرناک کشمکش کا شکار ہیں؛ کیونکہ والدین اپنے بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکتے ہیں؛ ان کے ذہن بھی مغربیت کے فریب کے رسیا ہیں، ان کی عقلوں پر فرنگی تہذیب کی حنا پڑی ہوئی ہے، تو ”خفتہ را خفتہ کے کند بیدار“ والا مسئلہ درپیش ہو گیا؛ تعلیمی ادارے متعلمین ومتدرسین کی تربیت سے عاجز وقاصر ہیں؛ کیونکہ ان تعلیمی اداروں اور تربیتی مراکز کو ایسے افراد اور ایسے عملہ اور رجال کار مہیا نہیں ہیں، جو افراد کی علی وجہ الکمال تربیت کا

ذمہ لے سکیں اس افراتفری اور نشیب وفراز اور خدوخال کی بنیاد پر معاشرہ خطرناک صورتحال کا شکار ہے اور جس کشمکش میں مبتلا ہے اور جس انحطاط کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے، وہ بیان سے باہر ہے، نمائش حسن، عریانیت وفیشن پرستی، مئے نوشی، اسٹیج، اسکرین پر برہنگی کے مظاہرے کنٹراس پیشن، ابارشن اور ناجائز اولادیں جرائم وتشدد معاشرہ کا ایک حصہ بن گیا ہے، رکیک حرکات بدترین عادات، تہذیب کا جزولاینفک بن گئی ہیں۔

شراب وشباب کی انڈسٹری

انسان اپنے جمالیاتی ذوق کے تحت ہمیشہ حسن کا شیدائی اور گرویدہ رہا ہے لیکن حسن کو کروڑوں ڈالر کی انڈسٹری بنادینے کا سہرا جدید دور کے انسانوں کے سر ہے، موجودہ دور کے تجارتی رجحان نے سنگار کی اشیاء اور حسن کو دوبالا کرنے والی جدید ترین تراکیب وتدابیر کو اتنا مقبول عام بنادیا کہ ہر دوشیزہ فیشن کی دلدادہ ہوگئی میکپ کے بغیر اپنے وجود کو ادھورا اور اپنی شخصیت نامکمل سمجھتی ہے، جرمنی میں ایک خاتون تاجر نے کروڑوں ڈالر کا کاروبار شروع کیا، اور اپنے سیکس سوپر مارکٹ کی شاخیں پورے ملک میں پھیلادیں، شوق میکپ اتنا بڑھ گیا کہ امریکی اور یورپی ملکوں کی خواتین اپنے شوہروں کی آمدنی کا خاصہ حصہ اشیاء آرائش وزیبائش میں صرف کرتی ہیں، اشیاء سنگار کی تیاری میں امریکہ ہر سال نصف ملین ڈالر صرف کرتا ہے، صرف چہرے کی مختلف ۹۳۰ / کریمیں تیار کرتا ہے اور ناخنوں کو رنگین بنانے کے لئے اکیس ۲۱ / لاکھ ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں اور دنیا میں نمائشی حسن کا جنون اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ عورتیں اپنے جسم کی حقیقی اور پیدائشی بناوٹ کو درست کرنے کے لئے مشینیں استعمال کرتی ہیں اور طرح طرح کی سرجریاں کرواتی ہیں۔

حسن تو حسن عریانیت بھی ایک طرز زندگی بن گئی ہے، عریاں لباس، عریاں غسل، عریاں حسن کے مقابلے معاشرے کے لائق مدح افعال میں داخل ہوگئے، یورپی مفکرین کا کہنا ہے کہ عریانیت میں کوئی ناشائستگی نہیں ہے؛ بلکہ صحت کے لئے مفید ہونے کی بنا پر اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینا چاہئے اور معاشروں کے درمیان اس کو زیادہ سے زیادہ فروغ

دیا جائے۔

برازیل میں اسکرٹ پہنے ہوئے ایک لڑکی بس میں سفر کر رہی تھی، اس کے عریاں رانوں کو پاس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کاٹ لیا اور عدالت میں اس شخص نے اپنے بچاؤ میں کہا: میں نے جب لڑکی کی عریاں رانوں کو دیکھا تو میں اپنے جذبات کو قابو میں نہ کر سکا شراب نوشی، ڈرگس کا نروا استعمال آج متمدن دنیا کا متطور معاشرہ کا ایک بڑا مسئلہ بن گیا، اس کا کاروبار تین سو ۳۰۰ بلین یعنی ۳۰۰/ارب ڈالر تک پہنچ گیا جو کہ اسلحہ جات کے بعد سب سے بڑا کاروبار ہے اور مئے نوشی کی کثرت اور قمار بازی کی زیادتی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ سویڈن جیسا خوشحال ملک سالانہ ۳۰۰/بلین ڈالر شراب نوشی کو روکنے پر خرچ کرتا ہے، فرانس میں شراب سازی کی صنعت میں دس لاکھ لوگ لگے ہوئے ہیں، ہندوستان میں سالانہ ۶۷۵/کروڑ لیٹر شراب قانونی طور پر تیار کی جاتی ہے، ملک میں الکحل کی صنعت کا تخمینہ دوسو کروڑ روپئے لگایا گیا ہے۔

اخلاقی بحران کا سدباب

مغربی ملکوں میں ٹیلی ویژن کے پروگرام انحطاط کی کس حد تک پہنچ گئے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں گیارہ بجے شب کے شو میں شاپس مساج پارلر، ڈاکمنٹری میں عریاں چھاتیوں اور عریاں سینوں کی نمائش کرتی ہوئی ویٹرس کے سین میں ٹی وی اسکرین پر پیش کئے جاتے ہیں، اب اسٹیج اسکرین پر برہنگی کے مظاہرے اور نمائش حسن اور عریانیت کا لازمی نتیجہ فحش کاری، زنا کاری، حسن پرستی، بین المذاہب شادیاں (انٹر ریلیجن میاریجس) اور لڑکیوں کا اغوا ہے، جو کہ عالم کا ایک بہت حساس مسئلہ بن گیا ہے، زنا اور فحش کاری کا نتیجہ حمل ہے اور یورپ میں ناجائز اولادوں کو ختم کرنے کے لئے بہت آسان اور سہل تدابیر فحاشی اور زنا کاری میں مبتلا لوگوں کو مہیا کی جا رہی ہیں، مانع حمل آلات کا استعمال یورپی ممالک میں اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ وہ آلات اب اسٹیشنری پر بھی مہیا ہوتے ہیں اور تو اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی کینٹینوں میں بھی دستیاب

ہوتے ہیں، مشرق ایشیا کے ۴۷ رفیصد اور امریکہ کے ۵۴ رفیصد جنوبی ایشیاء کے ۳۳ رفیصد جوڑے ان مانع حمل آلات کا بے جھجک استعمال کرتے ہیں، اس کے علاوہ یورپ کے باشندے چوری اور ڈکیتی میں بھی کئی گناہ ترقی کر چکے ہیں اور اس میں صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں پ، یورپین مما لک میں جتنا ہاتھ چوری اور ڈکیتی میں نوجوانوں کا ہے، اس سے کہیں بڑھ کر ہاتھ عورتوں اور بچوں کا ہے، عورتیں شاپ لفٹنگ، نقب زنی، راہ زنی اور سرقہ میں مردوں سے چار ہاتھ آگے ہیں، امریکہ میں اٹھارہ سال کے بچہ نے دس کاریں چوری کی اور ایک فلم جس میں صرف بیس منٹ میں بینک کو لوٹ لینے کا رول ادا کیا گیا تو ایک ملک کی عوام نے حقیقتاً بینک کو بیس منٹ میں لوٹ لیا۔

زخمی ہے انسانیت اور دکھیا ہے سنسار
پھر بھی اس ماحول سے نہیں کوئی بیزار

اس اخلاقی بحران، باطل عادات اور رکیک جرائم کے سد باب کے تدبیر اور ان سے ہونے والے نقصان کی تلافی تدارک و پابجائی، صرف یہ ہے کہ ہم نے جو کھویا ہے، کھویا لیکن پانے کی فکر کریں، دنیا میں کوئی کھونا آخری کھونا نہیں ہے ہر کھونے کے بعد پانے کا نیا امکان ہے، عقلمند وہ ہے جو کھونے کو بھلا دے اور پانے کی فکر کرے، ماضی ہمارے ہاتھ سے نکل چکا، حال بھی ہمارا ساتھ چھوڑ رہا ہے، اب جو چیز ہمارے قبضہ میں ہے وہ صرف ہمارا مستقبل ہے، بیتے ہوئے لمحات، گذرے ہوئے لحظات کا غم کیوں کریں؟ بلکہ مستقبل میں انسانیت کے جدید تعمیر کی فکر کریں اور انسانیت کی تعمیر کے اہم عناصر نہ وہ قوانین سازی ہے، نہ تعلیمی اداروں کا قیام ہے اور نہ تربیتی مراکز کی بنیاد رکھنا ہے؛ بلکہ تعمیر کا کارگر عنصر وہ افراد کی اصلاح ہے اور اہل معاشرہ کے نفوس کی درستگی ہے، جب تک افراد کی اصلاح نہ ہوگی اور ان کے نفوس کی شاہراہ مستقیم کی طرف رہنمائی نہ ہوگی، تب تک ساری تنظیمیں، ساری پالیسیاں، بیکار اور اکارت جائیں گی اس خیال کی تائید ایک شعر کے ذریعہ بھی ہوتی ہے ۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانی پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

فکر کی اصلاح فرد و معاشرہ کی اصلاح ہے

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مغربیت کے فریب کے سلسلہ میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں کہا کہ مغربی تہذیب سے بچنے کا بہترین حل یہ ہے کہ اس کے محاسن کو اختیار کیا جائے اور معائب کو ترک کر دیا جائے۔ دوسرا حل: اسلاف کے مسلک کا سلوک ان کے نقش قدم کی پیروی اور ان کے خطواتِ قدم کی اتباع؛ کیونکہ یہی ڈوبتی ہوئی ناؤں کے لئے سہارا ہے اور یہی گم گشتہ راہ امت کے لئے راہِ مستقیم ہے اور یہی مستند راستے ہیں ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

مستند راستے وہی مانے گئے
جس سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

مشہور مفکر صاحب طرز انشاء پرداز مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے فرنگی تہذیب سے چھٹکارے کے حل میں کہا تھا: اسکولوں اور کالجوں میں جو بھی تعلیم ملتی ہے، سب اسی تہذیب کے ماتحت ہے، تفریحی منظر کھیل تماشے، جو بھی سامنے آتے ہیں، سب اسی شعلہ کو تیز کرنے والے ہیں، لباس کی ساری فیشن طرازیاں، وضع قطع کی تمام نزاکتیں سب اسی آگ پر تیل ڈالنے والی ہیں اس لئے ماحول سارا کا سارا اسی کا مؤید ہے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ اس پورے ماحول کو بدلا جائے اور ماحول بدلنے کا مدار افراد کی تبدیلی پر ہے؛ کیونکہ افراد کی تبدیلی معاشرہ، ملک و ماحول کی تبدیلی ہے، اپنے کلچر اور اس کے تمام اداروں کو جنسی گراوٹ وانحطاط سے چھٹکارا دلایا جائے، موجود گراوٹوں اور اس کی کشمکشوں کا بہترین اور سب سے زیادہ مؤثر حل یہ ہے کہ اذہانِ بشریہ کی اصلاح کی جائے، اذہان کی اصلاح عمل کی اصلاح ہے اور اذہان کی تعمیر زندگی کی تعمیر ہے اور قوم کے افراد کے اندر مقصد کا شعور پیدا کیا جائے؛ کیونکہ مقصد آدمی کی چھپی ہوئی قوتوں کو جگا دیتا ہے اور اس کو نیا انسان بنا دیتا ہے۔ (ماہنامہ پیام ۱۴ سنہ ۲۰۱۴ء)

خود عیسائی بیزار ہیں

اب تو عیسائیوں کے اندر بھی ایسے گروہ پیدا ہو چکے ہیں جو کرسمس کو پسند نہیں کرتے یہ لوگ اس تہوار پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں ،مثلاً مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کرسمس نہیں منائی، ان کے بعد بھی تین صدیوں تک اس تہوار کا نام ونشان نہیں تھا، اس سے کرسمس کی حقیقت مشکوک ہو جاتی ہے، ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے کرسمس کو سپانسر کر کے اسے مذہبی تہوار کی بجائے دکانداری بنا دیا ہے، عیسائی مذہب اور اس کے تہوار میں درخت کی کوئی گنجائش نہیں، انجیل میں واضح الفاظ میں یہ حکم موجود ہے : کسی درخت کو کاٹ کر اسے مصنوعی طریقے پر صحن میں نہ گاڑا جائے (سازشیں بے نقاب)

بائبل میں تقریباً ۳۸ مقامات سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ عیسائیت میں شراب نوشی حرام ہے جب کہ اس روز شراب نوشی اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہے۔

خلاصہ کلام:

ہر نبی اور رسول نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اپنی خوشیوں میں بے اعتدالی اور خرمستیوں سے بچو، اسے عیاشی اور بلے گلے کی نظر نہ کر دو، مگر انسان نے خوشیاں منانے کے سلسلہ میں ہمیشہ قدرت کے اس قانون کی خلاف ورزی کی۔مذکورہ بالا تفصیلات سے کرسمس کی حقیقت سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے کہ اس کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، اسے خواہ مخواہ عیسائیت کے ساتھ نتھی کیا گیا ہے، جناب مسیح علیہ السلام کی تاریخ پیدائش کا حتمی علم نہ ہونا اور ابتدائے مسیحیت میں اس دن کے منانے کا عدم ثبوت اس موقف کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔

مسلمان اور کرسمس

اسلام کی روشنی میں ایسے موقع پر ایک مسلمان کو مسیحیوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ دنیا میں بے شمار لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو محض نمود و نمائش کے لئے اپنی تاریخ

پیدائش کچھ ایسے دنوں سے منسوب کر لیتے ہیں جو قومی یا عالمی سطح پر معروف ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے یومِ ولادت پر مبارک باد دینا بھی خلافِ واقعہ ہے جبکہ کسی ایسی شخصیت اور دن کو ماننا اور اس کے بارے میں مبارک باد پیش کرنا کہ جن کے متعلق اول تو یہ بات واضح ہے کہ ماضی میں ان تاریخوں میں سورج دیوتا، سیارے (jupiter saturn) یا دیگر بتوں کی پیدائش کا جشن منایا جاتا تھا، دوم مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا دن تو درکنار سن پیدائش بھی معلوم نہیں۔ سوم یہ کہ عیسائیوں کا جس دن کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ آج کے دن یعنی ۲۵ / دسمبر کو اللہ کا بیٹا پیدا ہوا تھا (معاذ اللہ) ایک مسلمان کسی کو اس پر کیسے مبارک باد دے سکتا ہے؟ یاد رکھیں یہ وہ بات ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وقالوا اتخذ الرحمن ولداً لقد جئتم شیئا اداً تکاد السمٰوت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھداً ان دعوا للرحمن ولداً (سورہ مریم: ۸۸تا ۹۱) ''اور انہوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے، بلاشبہ تم ایک بہت بھاری بات (گناہ) تک آپہنچے ہو۔ قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں کہ انہوں نے رحمان کے لئے کسی بیٹے کا دعویٰ کیا۔''

لہذا مسیح علیہ السلام کو مبارک باد دینا اس ضمن میں کسی بھی تقریب میں شرکت کرنا اسلامی نظریے کے مطابق درست نہیں لیکن ہمارے کچھ نام نہاد مدعیٔ علم اور آج کا ماڈریٹ مسلمان خواہ مخواہ غیروں کی تہذیب وتمدن سے مرعوب نظر آتا ہے اور بے علمی و جہالت اور نام نہاد روشن خیالی کے سبب نہ صرف مبارکباد اور خوشی کا اظہار کرتا ہے بلکہ مسلمان بھی اس موقع پر برپا کی جانے والی شراب وشباب کی محافل میں شریک ہو کر اظہار یکجہتی کا عملی نمونہ بھی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مادر پدر آزاد تہذیب پر رال نہ ٹپکاؤ

کتاب ''کرسمس کی حقیقت'' کے مصنف فرماتے ہیں ''اسلام قبول کرنے سے قبل میری زندگی میں ایک کرسمس ایسا بھی آیا جس کو میں نے نیکی کا کام سمجھ کر خوب دھوم دھام سے

منایا، جس میں ۸۰ فیصد میرے ایسے دوستوں نے شرکت کی جو مسلمان تھے اور صرف شرکت ہی نہیں بلکہ ثواب سمجھ کر کرسمس پارٹی کے اخراجات میں میری معاونت بھی کی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اب جب کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور گھر میں یا دیگر مقامات پر درسِ قرآن کی مجالس میں شرکت کی دعوت دیتا ہوں، وہی لوگ جو رات تین بجے تک میرے ساتھ کرسمس مناتے تھے، عذر تراشتے ہیں، ابھی کل ہی کی بات ہے کہ میں جس مادر پدر آزاد تہذیب کو ٹھوکر مار کر آیا تھا آج کے کچھ مادہ پرست، حواس باختہ سیکولر مسلمان اسی تہذیب پر رال ٹپکا رہے ہیں، جس بے مثال فلسفۂ توحید، لاجواب نظریۂ حیات اور آخرت کی لازوال کامیابی مجھے اور میرے جیسے کروڑوں لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لائی، وہی اس دین کی تعلیمات سے بے بہرہ، اپنے اسلاف سے کٹے ہوئے، بے یقینی اور نا اُمیدی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے ہوئے کچھ مسلمان ان تعلیماتِ الٰہیہ سے نظریں چرا رہے ہیں جس کا بدل پوری کائنات میں نہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کیفیت کا نقشہ کھینچا تھا۔

کبھی اے نوجوانِ مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

مراسمِ مشرکانہ سے ممانعت کا واقعہ نبوی

دورِ رسالت مآب ﷺ میں ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر اونٹ

قربان کرے گا، تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا : کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بُت تو نہیں پوجا جاتا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا نہیں ! آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا وہاں ان کے تہواروں میں سے کوئی تہوار تو منعقد نہیں ہوتا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا نہیں تب آپ نے فرمایا : اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ ایسی نذر کا پوری کرنا درست نہیں جو معصیت ہو یا جو آدمی کے بس سے باہر ہو۔ (ابو داؤد مسند احمد، ابن ماجہ)

اس سے واضح ہوا کہ مسلمان کا ان مشرکانہ مراسم اور مقامات سے دور رہنا شریعت کو کس شدت کے ساتھ مطلوب ہے۔

رسالہ سہ ماہی "ایقاظ" نے اسی سلسلے میں فتاویٰ جمع و شائع کیے تھے جو ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

ہندوانہ تہذیب میں شرکت سے متعلق فتاویٰ

فقہاء نے اس مسئلہ (غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت نہ کرنے اور مبارک باد نہ دینے) پر اجماع نقل کیا ہے، امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ نے شام کے عیسائیوں کو باقاعدہ فرمایا تھا کہ دارالاسلام میں وہ اپنے تہواروں کو کھلے عام نہیں منائیں گے، اور اسی پر صحابہ کرامؓ اور فقہاء کا عمل رہا ہے، چنانچہ جس ناگوار چیز کو مسلمانوں کے سامنے سے ہی روکا گیا ہو مسلمان وہیں پہنچ جانا اور شریک ہونا کیونکر روا ہونے لگا؟ اس کے علاوہ کئی روایات سے حضرت عمرؓ کا یہ حکم نامہ منقول ہے۔ "عجمیوں کے اسلوب اور لہجے مت سیکھو" اور مشرکین کے ہاں ان کے گرجوں میں ان کی عید کے روز مت جاؤ، کیونکہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔" (اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

علاوہ ازیں کافروں کے تہوار میں شرکت اور مبارکبادی کی ممانعت پر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سب متفق ہیں (فقہ حنفی، البحر الرائق لابن نجیم ج ۸: ص ۵۵۵: فقہ مالکی : المدخل لابن حاج المالکی ج ۳: ص ۴۶: ۴۷، فقہ شافعی : مغنی المحتاج للشربینی ج ۴: ص ۱۹۱: الفتاویٰ الکبریٰ لابن حجر الہیتمی ج ۴: ص ۲۳۸: ۲۳۹، فقہ حنبلی کشف القناع

للبہوتی ج ۳: ص ۱۳۱:)

فقہائے مالکیہ تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ جو آدمی کفر کے تہوار پر ایک تربوز کاٹ دے وہ ایسا ہی ہے گویا اس نے خنزیر ذبح کر دیا۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۵۴:)

کافر کو اس کے مشرکانہ تہوار پر مبارکباد دینا کیسا ہے؟ اس پر امام ابن القیم الجوزیؒ کہتے ہیں: ''یہ ایسا ہی ہے کہ مسلمان اُسے صلیب کو سجدہ کرنے پر مبارک باد پیش کرے۔ یہ چیز اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے کہ آدمی کسی شخص کو شراب پینے یا ناحق حرام شرمگاہ کے ساتھ بدکاری کرنے پر مبارک باد پیش کرے۔(احکام اہل الذمۃ ج ۳: ص ۲۱۱:)

صبحِ روشن سے تنگ نظر نہ ہوں

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہئے کہ اسلام تنگ دین ہے، دین اسلام ہرگز تنگ نظری کی تعلیم نہیں دیتا بشرطیکہ حقیقی مذہبی تعلیمات کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اسلامی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء ورسل اس کائنات میں سب سے برگزیدہ تھے۔ لہذا وہ لوگ ہمیں ان سے محبت وعقیدت کی کیا تعلیم دیں گے جن کی اپنی کتابیں ان پر ایسے گندے اور گھناؤنے الزام لگاتی ہیں کہ پڑھنے والے کی شرم سے آنکھیں جھک جاتی ہیں۔ یہ مقدس معصوم عن الخطاء لوگ تو قیامت تک پوری انسانیت اور زندگی کے لئے رول ماڈل ہیں، ''ایک شام مسیح علیہ السلام کے نام'' والا فلسفہ غلط اور ناقص ہے، ہر صبح وشام اللہ اور اس کے دین کے نام ہونی چاہئے، یہ لوگ محسنوں کی قدر اور رشتوں کا مقام ہمیں کیا بتائیں گے جو اپنے کتوں کو تو اپنے ساتھ ملاتے ہیں مگر اپنے والدین کو اولڈ ہوم چھوڑ آتے ہیں، ان کے نزدیک تو تہذیب وتمدن کا مطلب ہی مذہب سے آزادی، ناچ گانا، مصوری، بت تراشی وبت پرستی، مردوزن کا اختلاط، کثرت شراب نوشی، جنسی آوارگی، بے راہ روی، ہم جنس پرستی، سود اور لوٹ کھسوٹ ہے یعنی ہر طرح کی مادر پدر آزادی جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

جبکہ اسلام میں لفظ تہذیب کا معنی ہی سجانا، آراستہ کرنا، حسین بنانا ہے، ہمارے یہاں ہر وہ عمل جزو تہذیب ہے جو ہماری شخصیت کو حسین بنائے اور ہمارے کردار کو عظیم بنائے، نیز ہماری دنیا و آخرت کو سنوارے، یہ ہماری تہذیب ہے، علم و اخلاص، خدمت اور محبت ہماری تہذیب کے بنیادی اجزاء ہیں یہ وہ تہذیب اور اسلام کی بے مثال تعلیم جو نہ صرف انبیاء علیہم السلام کی عصمت، عزت اور مقام و مرتبہ کی حفاظت کا حکم دیتی ہے بلکہ ان کی اطاعت و اتباع اور ان سے ہر وقت محبت اور ہر لمحہ ان کی اطاعت کرنے کا درس دیتی ہے۔

اسلامی تہذیب وقتی طور پر جمود کا شکار ضرور ہے مگر یہ جمود اسلام کا مستقل مقدر نہیں، اسلامی تہذیب کا مستقبل بھی اپنی ماضی کی طرح روشن ہے، ان شاء اللہ! بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

(بحوالہ کرسمس کی حقیقت)

نقل و عقل سے کرسمس کی حقیقت واضح ہوگئی، رب ذو الجلال سے دعا ہے کہ اللہ تعالی امت مسلمہ کو مغربی بدتمیزی اور فرنگی بدتہذیبی سے محفوظ رکھے، اور ظاہری فریب کاری و ملمع سازی کی فریفتگی سے بچائے، حضرت عیسیٰؑ سے متعلق جیسا عقیدہ رکھنے حکم دیا گیا اس سے تجاوز کرنے سے بچائے۔ (آمین)

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے
بج رہا ہے، بے آواز ہے